السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

صدقۂ فطر کا بیان

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!
الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

صدقہء فطر (فطرانہ) کا تعلق ماہ رمضان المبارک سے ہے۔ اسے صدقہء فطر اس لیے کہا جاتا ہے کہ اسے روزوں کے مکمل ہونے پر دیا جاتا ہے۔

صدقہ فطر کی فرضیت کی دلیل کتاب وسنت اور اجماع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَن تَزَكَّىٰ ١٤ ... سورة الاعلیٰ

"بے شک فلاح پا گیا جو پاک ہوا۔"[1]

بعض سلف صالحین کا کہنا ہے یہاں (تَزَكَّىٰ) سے مراد صدقہ فطر کا ادا کرنا ہے۔ علاوہ ازیں آیت (وَآتُوا الزَّكَاةَ) کے حکم عام میں صدقۃ الفطر بھی شامل ہے۔

حدیث نبوی ہے:

"فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ، وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى، وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، مِنَ الْمُسْلِمِينَ"

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع کھجور کا یا ایک صاع جو (وغیرہ) کا صدقہء فطر کے طور پر مسلمان غلام، آزاد، مرد، عورت بچے اور بالغ پر فرض قرار دیا ہے۔"[2]

علماء نے اس پر اہل اسلام کا اجماع نقل کیا ہے۔

(1)۔ صدقہء فطر کی مشروعیت میں یہ حکمت ہے کہ بشری کمزوریوں کی وجہ سے روزے دار کے روزوں میں واقع ہونے والے گناہوں اور لغویات کے آثار ختم ہو جاتے ہیں اور روزے دار پاک صاف ہو جاتا ہے، نیز مساکین کے کھانے کا بندوبست ہو جاتا ہے اور روزوں کی تکمیل پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہو جاتا ہے۔

(2)۔ صدقہء فطر کی مشروعیت میں یہ حکمت ہے کہ بشری کمزوریوں کی وجہ سے روزے دار کے روزوں میں واقع ہونے والے گناہوں اور لغویات کے آثار ختم ہو جاتے ہیں اور روزے دار پاک صاف ہو جاتا ہے، نیز مساکین کے کھانے کا بندوبست ہو جاتا ہے اور روزوں کی تکمیل پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہو جاتا ہے۔

(3)۔ صدقہ فطر ہر مسلمان مرد، عورت بچے، بالغ، آزاد اور غلام پر فرض ہے جیسا کہ اوپر روایت میں بیان ہو چکا ہے۔

(4)۔ صدقہ فطر کی مقدار ایک صاع نبوی ہے۔ باقی رہی جنس تو وہ کوئی ایک دی جا سکتی ہے جو علاقے کے لوگوں میں بطور خوراک عام استعمال ہوتی ہو، مثلاً: گندم، جو، کھجور، منقی، پنیر، چاول اور مکئی وغیرہ۔

(5)۔ صدقہء فطر کا افضل وقت یکم شوال، یعنی عید کی رات غروب آفتاب سے لے کر نماز عید کی ادائیگی سے پہلے تک ہے، البتہ عید سے ایک دو روز پہلے بھی دیا جا سکتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین فطرانہ عید سے ایک دو دن پہلے ادا کر دیا کرتے تھے۔[3] گویا اس مسئلے پر ان کا یہ اجماع تھا۔

(6)۔ صدقہ فطر کی ادائیگی نماز عید کی ادائیگی سے پہلے پہلے افضل ہے۔ اگر کوئی شخص کسی وجہ سے نماز عید سے قبل ادا نہ کر سکا تو عید کے بعد بطور قضا ادا کر دے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے:

"أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ، وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ"

"جس نے نماز عید سے پہلے صدقہ فطر ادا کر دیا تو وہ مقبول صدقہ ہو گا اور جس نے نماز کے بعد ادا کیا تو یہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہے۔"[4]

ایسا شخص مقرر وقت میں تاخیر کرنے کی وجہ سے ضرور گناہ گار ہو گا کیونکہ اس میں حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ہوئی ہے۔

(7)۔ ایک مسلمان اپنی طرف سے اور جن کے نان ونفقے کا وہ ذمہ دار ہے مثلاً: بیویاں، اولاد اور اقارب سب کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے کیونکہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فرض زکاۃ الفطر علی الصغیر والکبیر، والذکر والأنثی، ممن تمونون"

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر (فطرانہ) ہر چھوٹے، بڑے اور مرد و عورت، جن کے تم نان ونفقے کے ذمہ دار ہو، پر فرض کیا ہے۔"[5]

(8)۔ حمل میں جو بچہ ہے اس کا صدقہ فطر ادا کرنا مستحب ہے۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی عمل تھا۔

(9)۔ اگر کسی نے کسی دوسرے شخص کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنے کی ذمہ داری اٹھائی لیکن اس دوسرے شخص نے ذمے دار کی بات اجازت کے بغیر اپنا صدقہ فطر خود ہی ادا کر دیا تو وہ کافی ہوگا کیونکہ اصل میں ادا کرنے والے پر فرض تھا نہ کہ ذمے دار پر۔ اگر کسی شخص نے ایسے شخص کی طرف سے صدقہ فطر ادا کیا جس کا نفقہ اس کے ذمے نہ تھا تو یہ جائز ہے بشرطیکہ اس کی اجازت ہو، اگر اس کی اجازت کے بغیر ادا کیا گیا تو وہ ادا نہیں ہوگا۔

(10)۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہاں ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا وہ کلام نقل کریں جو انھوں نے صدقہ فطر کی اجناس سے متعلق کیا ہے، چنانچہ موصوف فرماتے ہیں: "حدیث میں پانچ اجناس، یعنی گندم، جو، کھجور، منقیٰ، اور پنیر کا ذکر ہے۔ یہ اجناس اہل مدینہ کی عموماً خوراک تھی۔ اگر کسی علاقے کی خوراک ان اجناس کے علاوہ ہے تو وہ وہی اشیاء ایک صاع کی مقدار صدقہ فطر ادا کریں گے، مثلاً: دودھ گوشت یا مچھلی وغیرہ۔ یہ جمہور علماء کا قول ہے جو درست ہے کیونکہ صدقہ فطر کا مقصد عید کے روز مساکین اشیاء کی ادائیگی ہی سے کما حقہ حاصل ہو سکتا ہے۔ بنا بریں صدقہ فطر میں آٹا دینا بھی درست ہے اگرچہ اس بارے میں کوئی صحیح روایت نہیں۔ پکی ہوئی روٹی یا تیار کھانا دینے میں اگرچہ مساکین کے لیے زیادہ فائدہ ہے اور اس میں ان کے لیے محنت و مشقت بھی ختم ہو جاتی ہے لیکن غلہ اور اناج بہتر ہے کیونکہ وہ ذخیرہ بھی ہو سکتا ہے۔"[6]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اگرچہ حدیث شریف میں مقرر (پانچ) اجناس کا بیان ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ صدقہ فطر میں وہ جنس ادا کی جائے جو اس علاقے کے لوگوں کی عام خوراک ہو، مثلاً: چاول وغیرہ۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول یہی ہے بلکہ یہ اکثر علماء کا قول ہے جو صحیح ہے کیونکہ صدقات کے وجوب کا اصل مقصد فقراء مساکین کی ہمدردی ہے۔"[7]

(11)۔ صدقہ فطر میں غلہ اور اجناس کے بدل میں اس کی نقد قیمت (روپے) دینا خلاف سنت ہے، لہٰذا کافی نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ عنھم اجمعین سے ایسا منقول نہیں کہ وہ صدقہ فطر میں اجناس کی قیمت دیتے ہوں، چنانچہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "صدقہ فطر میں نقد قیمت نہ دی جائے۔ کسی نے کہا: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نقد قیمت دینے لینے کے قائل تھے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو چھوڑ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں نے یوں کہا؟ حالانکہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (گندم، جو۔۔۔ کا ایک صاع صدقہ فطر) فرض قرار دیا ہے۔"[8]

(12)۔ صدقہ فطر مقررہ وقت میں مستحقین کے پاس خود یا کسی با اعتماد نائب کے ذریعے سے پہنچا دینا چاہیے۔ اگر کسی خاص مسکین کو صدقہ فطر دینے کے لیے جا نہ سکا یا اسے اس تک پہنچانے والا کوئی شخص بھی نہ ملا تو وہ کسی اور مسکین یا فقیر کو دے دے۔

ملاحظہ:۔

بعض لوگ اس موقع پر ایک غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں، وہ اس طرح کہ صدقہ فطر ایسے شخص کے سپرد کر دیتے ہیں جو مستحق شخص کی طرف سے نائب و ذمہ دار نہیں ہوتا۔ صدقہ فطر ایسے شخص کے حوالے کرنا درست نہیں، چنانچہ اس مسئلے پر توجہ دلانا نہایت ضروری ہے۔

زکاۃ کی ادائیگی کا بیان

احکام زکاۃ میں سے سب سے اہم حکم زکاۃ کے مصارف شرعیہ کو جاننا ہے تاکہ زکاۃ اپنے موقع و محل یا مستحق شخص تک پہنچ جائے اور ادا کرنے والا اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو جائے۔

میرے مسلمان بھائی! جب مال میں زکاۃ واجب ہو جائے تو اس کی ادائیگی وجوب کے ساتھ ہی بلا تاخیر کر دینی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: "وَآتُوا الزَّكَاةَ" میں "وَآتُوا" امر کا صیغہ ہے۔ جو فوراً ادائیگی کا متقاضی ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"ماخالطت الصدقۃ مالاً قط إلا أھلکتہ"

"جب زکاۃ مال کے ساتھ مل جاتی ہے (اسے نکال کر ادا نہیں کیا جاتا) تو وہ سارے مال کو تباہ کر دیتی ہے۔"[9]

اس روایت کی روشنی میں مال کی تباہی سے بچنے کے لیے زکاۃ جلد از جلد الگ کر کے ادا کر دینی چاہیے۔ علاوہ ازیں مساکین وفقراء کی ضروریات اس امر کی متقاضی ہیں کہ مال زکاۃ مستحقین تک فوراً پہنچا دیا جائے۔ تاخیر میں ان کا نقصان ہے، نیز ممکن ہے کہ زکاۃ فرض ہونے کے بعد اس کی ادائیگی میں سستی کرنے والا کسی رکاوٹ یا موت کا شکار ہو جائے اور فرض قرض بن جائے۔ مالِ زکاۃ کی جلد ادائیگی زکاۃ ادا کرنے والے کے بخل سے پاک اور اس کے ذمے دار ہونے کی علامت ہے اور یہ چیز رب تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے حصول کا سبب ہے۔

بنا بریں جب زکاۃ فرض ہو جائے تو اسے فوراً نکال کر ادا کر دینا چاہیے، البتہ کسی خاص مصلحت کی بنا پر تاخیر ہو سکتی ہے، مثلاً: زکاۃ ادا کرنے والے کا خیال ہو کہ چند دن کی تاخیر سے مال زکاۃ زیادہ ضرورت مند شخص تک پہنچ جائے گا یا اس وقت اس کے پاس مال موجود نہ ہو وغیرہ۔

(1) ۔ بچے اور مجنون کے مال میں زکاۃ واجب ہے کیونکہ دلائل میں عموم ہے ، استثنا کی کوئی دلیل نہیں ۔ ان کے مال کے سرپرست زکاۃ کی ادائیگی کے ذمے دار ہیں کیونکہ یہ حق بوجہ نیابت ان کی طرف منتقل ہو گیا ہے ۔

(2) ۔ زکاۃ نکالتے وقت نیت کرنا ضروری ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

"إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَاتِ"

"اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے ۔ "[10] اور ادائیگی زکاۃ ایک عمل ہے ۔

(3) ۔ افضل اور بہتر یہ ہے کہ صاحب مال خود زکاۃ تقسیم کرے تاکہ اسے یقین ہو جائے کہ زکاۃ مستحق لوگوں تک پہنچ گئی ہے ، البتہ اس کے لیے وہ کسی با اعتماد شخص کو اپنا نمائندہ بھی بنا سکتا ہے ۔ اگر مسلمانوں کا خلیفہ خود تقسیم کرنے کے لیے زکاۃ طلب کرے تو اسے یا اس کے نمائندے کے حوالے کر دینی چاہیے ۔

(2) ۔ زکاۃ کی ادائیگی کے وقت ادا کرنے والا اور وصول کرنے والا دونوں دعائیہ کلمات کہیں ، مثلاً : زکاۃ دینے والا کہے :

"اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا مَغْنَمًا ، وَلَا تَجْعَلْهَا مَغْرَمًا"

"اے اللہ! اسے باعث غنیمت بنا ، باعث نقصان نہ بنانا ۔ "[11]

اور زکاۃ وصول کرنے والا یوں کہے :

"آجَرَكَ اللَّهُ فِيمَا أَعْطَيْتَ ، وَجَعَلَهُ لَكَ طَهُورًا ، وَبَارَكَ لَكَ فِيمَا أَبْقَيْتَ"

"جو تم نے دیا ہے اللہ تمھیں اس کا اجر دے اور جو تمہارے پاس ہے اس میں برکت کرے اور تمہارے لیے اسے ذریعہ پاکیزگی بنائے ۔ "[12]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ... ۱۰۳ ... سورۃ التوبۃ

"(اے نبی!) ان کے مالوں میں سے صدقہ لیجئے (تاکہ) اس کے ذریعے سے انھیں پاک کریں اور ان کا تذکیہ کریں اور ان کے لیے دعا کیجئے ۔ "[13]

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفٰی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا بیان ہے کہ جب کوئی قوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال زکاۃ لے کر آتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے یوں دعا دیتے : "اے اللہ! ان پر رحمت فرما ۔ "[14]

(3) ۔ اگر کوئی شخص محتاج ہو اور زکاۃ لینا اس کا معمول ہو تو اسے زکاۃ دیتے وقت یہ کہنا ضروری نہیں کہ یہ مال زکاۃ ہے تاکہ اسے تکلیف نہ ہو ، البتہ اگر کسی محتاج شخص کا زکاۃ وصول کرنا معمول نہیں تو اسے مالِ زکاۃ دیتے وقت آگاہ کر دیا جائے ۔

(4) ۔ بہتر صورت یہ ہے کہ زکاۃ دینے والا مال زکاۃ اپنے محلے یا شہر میں تقسیم کرے ، البتہ کسی شرعی مصلحت اور ضرورت کے پیش نظر دوسرے شہر منتقل کر سکتا ہے ، مثلاً : کسی کے محتاج رشتے دار دوسرے شہر میں رہتے ہوں یا اس کے اپنے شہر کے فقراء کی نسبت دوسرے زیادہ حاجت مند ہوں ۔ عہد نبوی میں مختلف اطراف سے مالِ زکاۃ مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا تھا جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستحق مہاجرین اور انصار میں تقسیم کر دیتے تھے ۔

(5) ۔ مسلمانوں کے امیر پر لازم ہے کہ مسلمانوں کے ظاہری مال ، یعنی جانور ، غلہ اور پھل وغیرہ کی زکاۃ کی وصولی کے لیے اپنے نمائندے روانہ کرے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلفائے راشدین رضوان اللہ عنھم اجمعین ایسا ہی کیا کرتے تھے ۔

اس کا فائدہ یہ ہے کہ مالِ زکاۃ کی ادائیگی میں سست لوگ سستی نہ کریں گے اور اگر کوئی وجوب زکاۃ سے ناواقف ہو گا تو اسے مسائل کا علم ہو جائے گا ۔ علاوہ ازیں اس میں لوگوں کے لیے سہولت ہے اور فرض کی ادائیگی میں ان کے ساتھ تعاون بھی ہے ۔

(6) ۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ زکاۃ فرض ہو جانے کے بعد اس کی ادائیگی میں جلدی کرے اور اس میں بلاوجہ تاخیر نہ کرے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے ، البتہ ایک سال کی پیشگی زکاۃ ادا کر دینا جائز ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ن سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دو سال کی زکاۃ وصول کی تھی (اس میں ایک سال کی زکاۃ پیشگی تھی ۔)[15]

جمہور علماء کے نزدیک پیشگی زکاۃ کی وصولی اس شرط پر ہے کہ جب وجوب کا سبب قائم ہو چکا ہو ۔ اس میں جانور ، غلہ ، سونا ، چاندی اور سامان تجارت وغیرہ سب کی زکاۃ کا حکم یکساں ہے بشرط یہ کہ اسے نصاب زکاۃ اور اس کی ملکیت حاصل ہو ۔ پیشگی زکاۃ نہ لینا بہتر ہے تاکہ آدمی دائرہ اختلاف سے نکل جائے ۔ واللہ اعلم ۔

زکاۃ کے مستحق اور غیر مستحق افراد کا بیان

قرآن مجید میں آٹھ مصارف زکاۃ بیان ہوئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِينِ وَالْعٰمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ٦٠ ... سورة التوبة

"صدقے صرف فقیروں کے لئے ہیں اور مسکینوں کے لئے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لئے اور ان کے لئے جن کے دل پرچائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لئے اور اللہ کی راہ میں اور راہرو مسافروں کے لئے، فرض ہے اللہ کی طرف سے، اور اللہ علم و حکمت والا ہے"[16]

مال زکاۃ ادا کرنے کے یہی مذکورہ مقامات ہیں ان کے علاوہ بالاجماع کوئی اور مصرف نہیں ہے۔ سیدنا زیاد بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَمْ يَرْضَ بِحُكْمِ نَبِيٍّ وَلَا غَيْرِهِ فِي الصَّدَقَاتِ حَتَّى حَكَمَ فِيهَا هُوَ فَجَزَّأَهَا ثَمَانِيَةَ أَجْزَاءٍ"

"اللہ تعالیٰ نے زکاۃ کے آٹھ مصارف خود ہی بیان کردیے ہیں اور اس بارے میں اپنے نبی یا کسی اور شخص کی مداخلت پسند نہیں فرمائی۔"[17]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سائل کو فرمایا:

"فَإِنْ كُنْتَ مِنْ تِلْكَ الْأَجْزَاءِ أَعْطَيْتُكَ حَقَّكَ"

"اگر تو (بھی) ان آٹھ مصارف میں سے ہے تو میں تجھے مال زکاۃ دے دیتا ہوں۔"[18]

واضح رہے کہ اس فرمان کا موقع محل یہ ہے کہ جب بعض منافقین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صدقات وزکاۃ کی تقسیم کے بارے میں اعتراض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ تقسیم اللہ تعالیٰ نے خود فرمائی ہے اور اسی نے اس کا حکم اور فیصلہ صادر فرمایا ہے اور خود ہی اس کا ذمہ لیا ہے اور کسی دوسرے کو اس کی تقسیم کا اختیار نہیں دیا۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اگر آٹھ مصارف موجود ہوں تو زکاۃ ان میں تقسیم کی جائے۔ اگر تمام مصارف موجود نہ ہوں تو جتنے موجود ہوں، ان میں تقسیم کردی جائے۔ اگر کوئی بھی مصرف موجود نہ ہو تو جہاں موجود ہو وہاں پہنچا دی جائے۔"[19]

نیز شیخ موصوف فرماتے ہیں: "مال زکاۃ اس شخص کو دینا چاہیے جو موحد اور نیک ہو تاکہ وہ اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زکاۃ اسی لیے فرض کی ہے کہ ایسے ہی لوگوں کے ساتھ تعاون ہو، جو فقراء ومساکین وغیرہ نماز ادا نہیں کرتے انھیں تب تک زکاۃ نہ دی جائے جب تک وہ توبہ کر کے نماز کی ادائیگی کا التزام نہیں کرتے۔"

(1)۔ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ان آٹھ مصارف کے علاوہ کسی اور جگہ پر مالِ زکاۃ اور صدقات خرچ نہ کیا جائے، مثلاً: مساجد ومدارس کی تعمیر کے لیے کیونکہ آیت میں کلمہ انما حصر کا فائدہ دیتا ہے، ان آٹھ کے لیے ثابت کرتا ہے اور ان کے سوا سے اس کی نفی کرتا ہے، لہذا مصارف یہ آٹھ ہیں، ان کے علاوہ اور نہیں۔ ان مصارف کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ضرورت مند مسلمان۔

دوسری قسم: وہ لوگ مال دینا اسلام کی تقویت کا باعث ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِينِ وَالْعٰمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ٦٠ ... سورة التوبة

"صدقے صرف فقیروں کے لئے ہیں اور مسکینوں کے لئے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لئے اور ان کے لئے جن کے دل پرچائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے لئے اور اللہ کی راہ میں اور راہرو مسافروں کے لئے، فرض ہے اللہ کی طرف سے، اور اللہ علم و حکمت والا ہے"[20]

اس آیت میں صرف آٹھ مصارف کا تذکرہ ہے جہاں مال زکاۃ خرچ ہونا چاہیے۔ ان کے علاوہ کسی اور مصرف میں مال زکاۃ خرچ کرنا جائز نہیں۔ اب ان مصارف کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

1۔ فقراء: فقراء مساکین سے زیادہ ضرورت مند ہوتے ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے فقراء کا ذکر کیا ہے اور اللہ تعالیٰ "الاہم فالاہم" سے ابتدا کرتا ہے، پھر درجہ بدرجہ دوسروں کا ذکر کیا ہے۔

فقراء وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنی معیشت اور گزران کو قائم رکھنے کے لیے کچھ نہیں پاتے، اور ان میں کمانے کی ہمت وطاقت بھی نہیں ہوتی یا انھیں کچھ مال ملتا ہے تو وہ نہایت معمولی ہوتا ہے، لہذا ایسے لوگوں کو اس قدر زکاۃ دی جائے کہ ایک سال تک ان کی بنیادی ضروریات پوری ہوسکیں۔

2۔ مساکین: مساکین، فقراء سے بہتر حالت میں ہوتے ہیں۔ مسکین وہ شخص ہے جسے مالی آمدن تو ہو لیکن اس سے اس کا گزارا بہت مشکل سے ہو۔ ایسے شخص کو مالِ زکاۃ میں سے اس قدر دیا جائے کہ اس کی ایک سال کی ضروریات پوری ہوجائیں۔

3۔ زکاۃ جمع کرنے والے: خلیفۃ المسلمین کے حکم سے جو لوگ زکاۃ جمع کرتے ہیں، اس کی نگرانی کرتے ہیں اور مستحقین پر تقسیم کرنے کا بندوبست کرتے ہیں، اسی مالِ زکاۃ سے ان لوگوں کی اجرت اور معاوضہ دیا جائے۔ اگر امیر بیت المال میں سے ان کی تنخواہ مقرر کردے تو مالِ زکاۃ میں سے مال وصول کرنا ان کے لیے جائز نہیں جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے کہ حکومت کی جانب سے تنخواہیں بھی مقرر ہیں اور اس کے علاوہ بھی زکاۃ کے مال میں سے کچھ مراعات حاصل کرلیتے ہیں، چنانچہ مالِ زکاۃ میں سے حصہ لینا ان پر حرام ہے کیونکہ انھیں اپنے کام کا معاوضہ دوسری طرف سے مل رہا ہے۔

4۔تالیف قلوب :اس مصرف سے متعلق دو قسم کے لوگ ہیں :

1۔وہ کافر شخص جو اسلام کی طرف راغب ہو اور اس کے اسلام قبول کرنے کی امید و توقع ہو۔ایسے شخص کو زکاۃ دے دی جائے تاکہ اسلام کی طرف اس کا میلان زیادہ ہو جائے یا وہ کافر جس کو مال دینے سے اس کے شر سے یا اس کی وجہ دے دوسروں کی شرارتوں اور فتنوں سے مسلمان محفوظ ہوتے ہوں۔

2۔کسی نو مسلم کے ایمان کو مضبوط کرنے کے لیے اسے زکاۃ دینا درست ہے۔اسی طرح اگر اسے زکاۃ دینے سے اس جیسے دوسرے غیر مسلم کو اسلام کی رغبت پیدا ہونے کی امید ہو تو بھی اس نو مسلم کی زکاۃ دے دی جائے۔

اسی طرح جن اغراض ومقاصد میں اسلام اور اہل اسلام کو فائدہ ہو وہ سب اس مصرف میں شامل اور داخل ہیں۔واضح رہے اس مصرف میں صدقات وزکاۃ کا مال تب صرف کیا جائے جب اس کی شدید ضرورت ہو ورنہ اس سے صرف نظر کیا جائے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ،عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ،اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ،نے تالیف قلوب کا مصرف ختم کر دیا تھا کیونکہ اس وقت اس کی ضرورت نہ تھی۔

5۔غلام اور لونڈیاں آزاد کرنا :اس مصروف میں وہ لوگ شامل ہیں جو غلام مکاتب ہوں،یعنی جنھوں نے آزادی کے لیے اپنے مالکوں سے اپنی قیمت دینے کا معاہدہ کر لیا ہو لیکن ان کے پاس اس قیمت کی ادائیگی کے لیے تھوڑا مال ہو یا بالکل نہ ہو۔ایسے شخص کو مالِ زکاۃ سے دیا جائے تاکہ وہ آزادی حاصل کر سکے۔

اسی طرح کوئی شخص مال زکاۃ میں سے کسی غلام کو اس کے مالک سے خرید کر آزاد کر سکتا ہے۔علاوہ ازیں کسی قیدی کے ذمے کوئی فدیہ یا دیت ہو تو وہ ادا کر کے اسے رہائی دلا سکتا ہے۔یہ بھی گردن کو (قید سے) چھڑانا ہی ہے۔

6۔غارم :غارم سے مراد مقروض ہے،اس کی دو قسمیں ہیں :

1۔غارم لغیرہ :اس سے مراد وہ شخص ہے جس نے دیکھا کہ دو شخصوں یا دو قبیلوں یا دو بستیوں کے درمیان خون یا مال کے معاملے میں شدید نزاع پیدا ہو چکا ہے جو آگے چل کر سخت عداوت ودشمنی بلکہ لڑائی کا سبب بن سکتا ہے۔اس شخص نے فریقین میں فتنے کو مٹانے اور مصالحت پیدا کرنے کی خاطر مداخلت کی جو عظیم نیکی کا کام ہے،اس کام میں اس نے مال کی ادائیگی کی ذمے داری قبول کر لی۔ایسے شخص کی مالِ زکاۃ سے مدد کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ وہ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے۔اس میں اس کی حوصلہ افزائی بھی ہے اور ایسے عظیم کام کرنے کی دوسروں کو ترغیب بھی ہے تاکہ فتنے اور فساد کا سدباب ہو۔شارع علیہ السلام نے تو ایسے شخص کے لیے ایسی عظیم غرض کی خاطر کسی سے سوال کرنے کی بھی اجازت دی ہے،چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا قبیصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے،جب اس نے اپنی اس طرح کی ذمہ داری میں مقروض ہونے کا ذکر کیا،کہا :

"أَقِمْ حَتَّى تَأْتِيَنَا الصَّدَقَةُ فَنَأْمُرَ لَكَ بِهَا"

"آپ یہیں (مدینہ میں) قیام کریں،ہمارے پاس صدقہ وزکاۃ کا مال آئے گا تو ہم آپ کو دلوا دیں گے۔"[21]

2۔غارم لنفسہ :ایک شخص اپنے آپ کا فدیہ دے کر کفار کی ماتحتی سے نکلنا چاہے یا کسی شخص پر اس قدر قرضہ ہے جسے وہ ادا نہ کر سکتا ہو تو ایسے لوگوں کی زکاۃ کے مال سے مدد کی جائے تاکہ وہ اپنی مشکل سے چھٹکارا حاصل کر سکیں۔

7۔فی سبیل اللہ :جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد وقتال میں مصروف ہیں اور ان کو بیت المال سے کوئی تنخواہ وغیرہ نہیں ملتی،ایسے لوگوں کی بھی مالِ زکاۃ سے مدد کی جائے۔واضح رہے قرآن مجید میں جہاں کلمہ "فی سبیل اللہ" مطلق طور پر استعمال ہوا ہے تو اس سے مراد جہاد وقتال ہی ہے،[22]چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ... ٤ ... سورة الصف

"بے شک اللہ (تعالیٰ) ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ جہاد کرتے ہیں۔"[23]

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ... ١٩٠ ... سورة البقرة

"اور تم لڑو اللہ کی راہ میں۔"[24]

8۔مسافر :ایسا مسافر جس کا مال وخرچ دوران سفر ختم ہو جائے یا کسی وجہ سے ضائع یا گم ہو جائے۔یہ مسافر اس قدر مالِ زکاۃ لے سکتا ہے جس سے وہ اپنی منزل تک اور پھر واپس گھر تک پہنچ جائے۔مسافر کے حکم میں مہمان بھی داخل ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے ہے۔

اگر مسافر،مجاہد،مقروض یا مکاتب نے اپنی ضروریات کی خاطر مال زکاۃ لیا لیکن ضرورت پوری ہو جانے کے بعد کچھ مال بچ گیا تو ان پر لازم ہے کہ اسے اپنے پاس نہ رکھیں کیونکہ انھوں نے جو کچھ لیا تھا،اس کے مطلقاً مالک نہیں ہو سکتے تھے،وہ تو کسی سبب کی وجہ سے بقدر ضرورت مال کے مالک ہوئے،لہذا جب وہ سبب ختم ہو گیا تو استحقاق بھی نہ رہا۔

(2)۔مذکورہ آٹھ مال میں سے کسی ایک مصرف میں زکاۃ کا سارا مال دیا جا سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

وَإِن تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ... ٢٧١ ... سورة البقرة

"اور اگر تم سے پوشیدہ مسکینوں کو دے دو تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے ۔" [25]

علاوہ ازیں سیدنا معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن روانہ کیا تو فرمایا :

"فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ أَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلَى فُقَرَائِهِمْ"

"ان کے علم میں لاؤ کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کے مالوں میں زکاۃ فرض کی ہے جو ان کے مال دار لوگوں سے وصول کی جائے گی، اور ان کے نادار لوگوں پر خرچ کی جائے گی ۔" [26]

گزشتہ آیت و روایت میں صرف ایک صنف (فقراء) کا ذکر ہوا ہے ۔ اس بنا پر ایک صنف کو سارا مال زکاۃ دینا جائز ہے ۔

(3) ۔ زکاۃ دینے والا اپنا سارا مالِ زکاۃ ایک شخص کو بھی دے سکتا ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنو زریق کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنا مال زکاۃ سلمہ بن صخر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیں ۔[27]

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا قبیصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہا تھا :

"أَقِمْ حَتَّى تَأْتِيَنَا الصَّدَقَةُ فَنَأْمُرَ لَكَ بِهَا"

"آپ یہیں (مدینہ میں) قیام کریں، ہمارے پاس صدقہ و زکاۃ کا مال آئے گا تو ہم آپ کو دلوا دیں گے ۔" [28]

ان دونوں روایتوں سے واضح ہوا کہ مال زکاۃ آٹھ مصارف میں سے کسی ایک مصرف پر خرچ کیا جا سکتا ہے ۔

(4) ۔ محتاج اقرباء یعنی ان نادار رشتے داروں کو مال زکاۃ دینا مستحب ہے جن کے نان و نفقہ کی ذمہ داری مالِ زکاۃ دینے والے پر نہ ہو ۔ اس میں زیادہ قریبی زیادہ حق رکھتا ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

"صَدَقَتُكَ عَلَى الْمِسْكِينِ صَدَقَةٌ وَعَلَى ذِي الْقُرْبَى الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ"

"تیرا رشتے دار کو صدقہ دینا، صدقہ ہے اور صلہ رحمی بھی ہے ۔" [29]

(5) ۔ بنو ہاشم (یعنی آل عباس، آل علی، آل جعفر، آل عقیل، آل حارث اور آل ابولہب) کو صدقہ و زکاۃ دینا جائز نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

"إن الصدقة لا تنبغي لآل محمد، إنما هي أوساخ الناس"

بے شک صدقہ (زکاۃ) آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جائز نہیں یہ لوگوں (کے مال) کا میل ہے ۔" [30]

(1) ۔ کسی ایسی محتاج عورت کو زکاۃ دینا درست نہیں جو مال دار خاوند کے نکاح میں ہو اور وہ اسے نان و نفقہ دیتا ہو ۔ اسی طرح کسی ایسے فقیر کو بھی مال زکاۃ نہ دیا جائے جس کا قریبی سرپرست مال دار ہو اور وہ اس پر خرچ کرتا ہو ۔ یہ لوگ اخراجات میسر ہونے کی وجہ سے مال زکاۃ کے حقدار نہیں ہیں ۔[31]

(2) ۔ اگر کسی شخص کے اعزہ اقارب کا نان و نفقہ اس کے ذمے ہو تو اسے ان کو مال زکاۃ دینا جائز نہیں ورنہ سمجھا جائے گا کہ یہ شخص اپنا اصل مال بچانا چاہتا ہے جو اس کے لائق نہیں، البتہ اگر اس پر کسی کے اخراجات لازم نہیں بلکہ وہ ہمدردی کی وجہ سے ادا کر رہا ہے تو وہ اس مال زکاۃ خرچ کر سکتا ہے ۔ صحیح بخاری میں ہے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ان یتیم بھتیجوں کے بارے میں سوال کیا جو اس کے زیر پرورش ہیں کہ کیا انھیں زکاۃ کا مال دے دے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں" یعنی دے دو ۔[32]

(3) ۔ اپنے باپ، دادا یا اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کو زکاۃ دینا جائز نہیں ۔

(4) ۔ اپنی بیوی کو زکاۃ دینا جائز نہیں کیونکہ اس کا نان و نفقہ خاوند کے ذمے ہے ۔ اگر کوئی بیوی کو زکاۃ دے گا تو سمجھا جائے گا کہ وہ اپنا مال بچا رہا ہے ۔

(5) ۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ زکاۃ دینے سے پہلے دیکھ لے کہ وہ شخص واقعی مستحق ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو شخص آئے انھوں نے مالِ زکاۃ طلب کیا ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے وجود پر نگاہ دوڑائی تو انھیں باہمت اور طاقتور محسوس کیا تو فرمایا :

"إِنْ شِئْتُمَا أَعْطَيْتُكُمَا مِنْهَا، وَلَا حَظَّ فِيهَا لِغَنِيٍّ وَلَا لِقَوِيٍّ مُكْتَسِبٍ"

"اگر تم چاہو تو میں تمھیں مالِ زکاۃ دے دیتا ہوں لیکن یاد رکھو! مالدار اور کمانے والے طاقتور شخص کا اس میں کوئی حصہ نہیں ۔" [33]

نفلی صدقات کا بیان

کتاب و سنت میں مال کی فرض زکاۃ کے ساتھ نفلی صدقات کی ترغیب بھی ہے اور اس کے لیے کوئی وقت بھی مقرر نہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید کی متعدد آیات میں اس طرف توجہ دلائی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَءاتَى المالَ عَلىٰ حُبِّهِ ذَوِى القُربىٰ وَاليَتٰمىٰ وَالمَسٰكينَ وَابنَ السَّبيلِ وَالسّائِلينَ وَفِى الرِّقابِ... ١٧٧ ... سورة البقرة

"اورمال سے محبت کے باجوداُسے رشتے داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں اور گردنیں چھڑانے کے لیے خرچ کرے۔"[34]

اور فرمان الٰہی ہے :

وَأَن تَصَدَّقوا خَيرٌ لَكُم إِن كُنتُم تَعلَمونَ ٢٨٠ ... سورة البقرة

"اور تم صدقہ کرو تو یہ تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔"[35]

ایک اور مقام پر فرمایا :

مَن ذَا الَّذى يُقرِضُ اللَّهَ قَرضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهُ لَهُ أَضعافًا كَثيرَةً... ٢٤٥ ... سورة البقرة

"کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے، پھر اللہ اس کے لیے وہ مال بہت بڑھا چڑھا کر عطا فرمائے؟"[36]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے :

"إن الصدقة تُطْفِئُ غَضَبَ الرَبِّ، وتَدْفَعُ مِيتَةَ السُّوءِ"

صدقہ رب تعالیٰ کے غضب کو ختم کردیتا ہے اور بُری موت سے بچاتا ہے۔"[37]

صحیح حدیث میں ہے :

"السبعة الذين يظلهم الله فى ظله يوم لا ظل إلا ظله،....... "رجل تصدق بصدقة فأخفاها؛ حتى لا تعلم شماله ما تنفق يمينه"

"جس روز کوئی سایہ نہ ہوگا اللہ تعالیٰ سات (قسم کے) افراد کو اپنے عرش کا سایہ نصب کرے گا (ان میں سے ایک شخص وہ ہوگا) جس نے اس قدر چھپا کر صدقہ دیا کہ اسکے بائیں ہاتھ کو بھی علم نہ ہوا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔"[38]

اس مضمون کی اور بھی بہت سی روایات ہیں۔

(1)۔ سراً (چھپاکر) صدقہ دینا افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

وَإِن تُخفوها وَتُؤتوهَا الفُقَراءَ فَهُوَ خَيرٌ لَكُم ... ٢٧١ ... سورة البقرة

"اور اگر تم اسے پوشیدہ پوشیدہ مسکینوں کو دے دو تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے۔"[39]

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ صورت ریاکاری سے پاک ہے، البتہ اگر صدقے کے اظہار میں کوئی خاص مصلحت اور فائدہ ہو (مثلاً: کسی کا صدقہ دیکھ کر دوسرے لوگ بھی اس کی اقتدا کریں گے) تو کوئی مضائقہ نہیں۔

(2)۔ صدقہ دل کی خوشی سے اور رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر دینا چاہیے، محتاج پر احسان جتلانا مقصد نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

يٰأَيُّهَا الَّذينَ ءامَنوا لا تُبطِلوا صَدَقٰتِكُم بِالمَنِّ وَالأَذىٰ ٢٦٤ ... سورة البقرة

"اے ایمان والو! اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ایذا پہنچا کر برباد نہ کرو! جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرے۔"[40]

(3)۔ تندرستی اور صحت کی حالت میں صدقہ کرنا افضل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا: کون سا صدقہ افضل ہے؟

تو آپ نے فرمایا :

"أَنْ تَصَدَّقَ وَأَنْتَ صَحِيحٌ شَحِيحٌ تَخْشَى الْفَقْرَ وَتَأْمُلُ الْغِنَى..."

"تو اس حالت میں صدقہ کرے کہ تو تندرست اور ضرورت مند ہو تنگ دستی کا خوف رکھتا ہو اور غنا کا متمنی ہو۔"[41]

(4)۔ حرمین شریفین (مکہ ومدینہ) میں صدقہ دینا افضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے :

فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ۲۸ ... سورۃ الحج

"پھر تم خود بھی کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاؤ۔ "[42]

(5)۔ ماہ رمضان المبارک میں بھی صدقہ کرنا افضل ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے :

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُم عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ وَكَانَ أَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ فَلَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُم عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ"

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم (رمضان کے مہینے میں) اس وقت زیادہ سخاوت کرتے جب جبریل علیہ السلام ملاقات کے لیے آتے تھے۔ جب جبریل علیہ السلام ملاقات کے لیے آتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کی رفتار تیز ہوا سے بھی زیادہ ہوتی تھی۔ "[43]

(6)۔ جب لوگوں کے اوقات مشکل ہوں تو اس وقت صدقہ کرنا سب سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ۱٤ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۱٥ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۱٦ ... سورۃ البلد

"یا بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتہ دار یتیم کو، یا خاکسار مسکین کو۔ "[44]

(7)۔ دور والوں کی نسبت اقارب اور پڑوسیوں کو صدقہ دینا افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی بہت سی آیات میں صدقات وخیرات میں اقرباء کا حق مقرر کیا ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے :

وَءَاتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ... ۲٦ ... سورۃ الإسراء

"اور رشتے داروں کا حق ادا کرتے رہو"[45]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"صَدَقَتُكَ عَلَى الْمِسْكِينِ صَدَقَةٌ وَعَلَى ذِي الْقُرْبَى الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ"

"تیرا رشتے دار کو صدقہ دینا، صدقہ ہے اور صلہ رحمی بھی ہے۔ "[46]

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے :

".......أَجْرَانِ أَجْرُ الْقَرَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ"

"۔۔۔۔ رشتے دار کو صدقہ دینے سے دوگنا اجر ہے، قرابت کا اجر اور صدقے کا اجر۔ "[47]

(8)۔ مال میں زکاۃ کے علاوہ اور بھی حقوق ہیں، مثلاً : اقرباء سے ہمدردی، بھائیوں کی صلہ رحمی کے لیے مال دینا، سائل کی مدد کرنا، کسی ضرورت مند کو اس کی مطلوبہ چیز عاریتاً دے دینا، کسی تنگ دست کو قرض کی وصولی میں مہلت دینا، کسی قرض خواہ کو قرض دینا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

وَفِي أَمْوَٰلِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۱۹ ... سورۃ الذاریات

"اور ان کے اموال میں سوالی اور محروم (نہ مانگنے والے) شخص کا حق (حصہ) ہوتا تھا۔ "[48]

(9)۔ کسی بھوکے کو کھانا کھلانا، مہمان کی مہمان نوازی کرنا، برہنہ شخص کو لباس دینا، پیاسے کو پلانا، یہ سارے کام واجب ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے کہ قیدیوں کا فدیہ دے کر انھیں چھڑانا بھی مسلمانوں پر واجب ہے اگرچہ اس کے لیے ان کا تمام مال خرچ ہو جائے۔

(9)۔ اگر مال کے حصوں (یا اس کی تقسیم) کے وقت وہاں فقراء ومساکین موجود ہوں تو ان پر بھی صدقہ کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَءَاتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ... ۱٤۱ ... سورۃ الانعام

"اور اس میں جو (اللہ کا) حق واجب ہے وہ اس کے کاٹنے کے دن دیا کرو۔ "[49]

اور فرمایا :

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۸ ... سورۃ النساء

"جب تقسیم کے وقت قرابت دار اور یتیم اور مسکین آجائیں تو تم اس میں سے تھوڑا بہت انہیں بھی دے دو اور ان سے نرمی سے بولو"[50]

میرے بھائی! یہ دین اسلام کے محاسن اور اس کی خوبیاں ہیں۔ اسلام، ہمدردی، رحمت، باہمی تعاون اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بھائی چارے کا نام ہے۔ یہ کس قدر اچھا دین ہے۔ اسکے احکام کتنے ہی محکم اور اعلیٰ ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے دین میں بصیرت دے اور احکام شریعت کی پیروی و تمسک کی توفیق دے، بے شک وہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

---

[1]۔ الاعلیٰ 14/87۔

[2]۔ صحیح البخاری صدقۃ الفطر باب فرض صدقۃ الفطر حدیث 1503 و صحیح مسلم الزکاۃ باب زکاۃ الفطر علی المسلمین من التمر والشعیر حدیث 984۔

[3]۔ صحیح البخاری صدقۃ الفطر باب فرض صدقۃ الفطر حدیث 1503 و صحیح مسلم الزکاۃ باب زکاۃ الفطر علی المسلمین من التمر والشعیر حدیث 984۔

[4]۔ سنن ابن داود الزکاۃ باب زکاۃ الفطر حدیث 1609۔

[5]۔ سنن الدار قطنی 2/140۔141۔ حدیث 2058۔2059۔

[6]۔ اعلام الموقعین 3/15۔

[7]۔ مجموع الفتاویٰ 13/43۔ بتصرف یسیر۔

[8]۔ المغنی والشرح الکبیر 2/671۔ یہ ایک موقف ہے جبکہ دوسرا موقف یہ بھی ہے کہ صدقۃ الفطر میں قیمت بھی دی جاسکتی ہے۔ (ع۔و)

[9]۔ (ضعیف) المسند لامام الحمیدی 115 :1 حدیث 237 وھدایۃ الرواۃ۔ 2/254 حدیث 1733۔

[10]۔ صحیح البخاری بدء الوحی باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث :1۔

[11]۔ (موضوع) سنن ابن ماجہ الزکاۃ باب مایقال عند اخراج الزکاۃ؟ حدیث 1797 وارواء الغلیل 3/343 حدیث 852۔

[12]۔ الام للشافعی 2/316 وشرح النووی علی صحیح مسلم 17/259۔

[13]۔ التوبۃ 9/103۔

[14]۔ صحیح البخاری المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ حدیث 4166 و صحیح مسلم الزکاۃ باب الدعاء لمن اتی بصدقۃ حدیث 1078۔

[15]۔ صحیح البخاری الزکاۃ باب قول اللہ تعالیٰ: "وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ" حدیث 1468 و صحیح مسلم الزکاۃ باب فی تقدیم الزکاۃ ومنعھا حدیث 983۔

[16]۔ التوبۃ 9/60۔

[17]۔ سنن ابی داود الزکاۃ باب من یعطی من الصدقۃ وحد الغنی حدیث 1630۔

[18]۔ سنن ابی داود الزکاۃ باب من یعطیٰ من الصدقۃ وحد الغنی حدیث 1630۔

[19]۔ الفتاویٰ الکبریٰ لابن تیمیہ الاختیارات العلمیۃ 5/373۔

[20]۔ التوبۃ 9/60۔

[21]۔ صحیح مسلم، الزکاۃ باب من تحل لہ المسالۃ حدیث 1044۔

[22]۔ تفصیل کے لیے دیکھئے ابحاث ھیئۃ کبار العلماء 1/61 و مسند احمد 3/56۔

[23]۔ الصف 61/4۔

[24]۔ البقرۃ: 2/190۔

[25]۔ البقرۃ 2/271۔

[26]۔ صحیح البخاری الزکاۃ باب وجوب الزکاۃ حدیث 1395 وصحیح مسلم الایمان باب الدعاء الی الشہادتین وشرائع الاسلام حدیث 19۔

[27]۔ سنن ابی داود الطلاق باب فی الظہار حدیث 2213 ومسند احمد 4/37۔

[28]۔ صحیح مسلم، الزکاۃ باب من تحل لہ المسالۃ حدیث 1044۔

[29]۔ (ضعیف) جامع الترمذی الزکاۃ باب ماجاء فی الصدقۃ علی ذی القرابۃ حدیث 658۔ ومسند احمد 4/214 واللفظ لہ۔

[30]۔ صحیح مسلم الزکاۃ باب ترک استعمال آل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی الصدقۃ حدیث 1072۔

[31]۔ یہ مسئلہ بلادلیل ہے۔

[32]۔ صحیح البخاری الزکاۃ باب الزکاۃ علی الزوج والایتام فی الحجر حدیث 1466۔

[33]۔ سنن ابی داود الزکاۃ باب من یعطی من الصدقۃ وحد الغنی حدیث 1633 وسنن النسائی الزکاۃ باب مسالۃ القوی المکتسب حدیث 2599۔

[34]۔ البقرۃ 2/177۔

[35]۔ البقرہ 2/280۔

[36]۔ البقرۃ 2/245۔

[37]۔ (الضعیف) جامع الترمذی الزکاۃ باب ماجاء فی فضل الصدقۃ حدیث 664۔

[38]۔ صحیح البخاری الزکاۃ باب الصدقۃ بالیمین حدیث 1423 وصحیح مسلم الزکاۃ باب فضل اخفاء الصدقۃ حدیث 1031۔

[39]۔ البقرہ 2/271۔

[40]۔ البقرۃ 2/264۔

[41]۔ صحیح البخاری الزکاۃ باب فضل صدقۃ الشحیح الصحیح حدیث 1419۔ وصحیح مسلم الزکاۃ باب بیان ان افضل الصدقۃ۔۔۔ حدیث 1032۔

[42]۔ الحج 22/28۔

[43]۔ صحیح البخاری الصوم باب اجود ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی رمضان حدیث 1902۔

[44]۔ البلد 90/14۔16۔

[45]۔ بنی اسرائیل 17/26۔

[46]۔ (ضعیف) جامع الترمذی الزکاۃ باب ماجاء فی الصدقۃ علی ذی القرابۃ حدیث 658۔ ومسند احمد 4/214 واللفظ لہ۔

[47]۔ صحیح البخاری الزکاۃ باب الزکاۃ علی الزوج والایتام فی الحجر حدیث 1466، وصحیح مسلم الزکاۃ باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین۔۔۔ حدیث 1000۔

[48]۔ الذریت 51/19۔

[49]۔ الانعام 7/141۔

[50]۔ النساء: 4/8۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہی احکام ومسائل